پاکستان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا خواتین کا مقبول ترین ہفت روزہ

خواتین کا اسلام

1094
بدھ 22 شوّال 1445ھ مطابق یکم مئی 2024

تمھارے میکے والے!

موازنہ

قیمت: ۴۰ روپے

زکوٰۃ کے نصاب کیلئے فون پر رابطہ کرسکتے ہیں
Zaiby Jewellry
SADDAR
021-35215455, 35677786 zaiby_jewellery Zaiby_jewellery
zaiby.jeweller@gmail.com Zaibunnisa Street, Saddar, Karachi

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القرآن

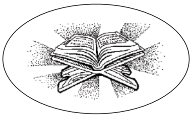

اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے!

جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم اٹھتے ہو اور نمازوں کے درمیان تمہاری نشست و برخاست کو (بھی دیکھتا ہے) وہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔

(سورۂ شعرا۔ آیت ۲۱۹ تا ۲۲۱)

تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔

(سورۂ حدید۔ آیت ۴)

الحدیث

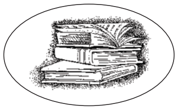

محاسبہ نفس

حضرت ابویعلیٰ شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''دانش مند آدمی وہی ہے جو اپنا محاسبہ کرتا رہے اور آخرت میں کام دینے والے اعمال کرے۔ اور عاجز (بے وقوف) وہ ہے جو اپنے آپ کو اپنی خواہشات کا تابع اور غلام بنالے اور اللہ تعالیٰ سے (بھلائی کی) امیدیں باندھے۔''

(ترمذی)

مولانا مفتی محمد ابراہیم صادق آبادی

کیا شیشہ دیکھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

سوال: کیا شیشہ دیکھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: نہیں ٹوٹتا۔

قرآن کی مجلس میں چارپائی پر بیٹھنا:

سوال: اگر کوئی بزرگ جو نیچے بیٹھنے سے معذور ہیں چار پائی پر بیٹھے یا لیٹے ہوں اور دوسرے لوگ یا بچے نیچے بیٹھ کر تلاوت کر رہے ہوں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ (میمونہ احمد)

جواب: اِس صورت میں قرآن کی بے ادبی ہے۔ معذور کی چار پائی وہاں سے ہٹادی جائے یا تلاوت کرنے والے وہاں سے اٹھ کر کچھ فاصلے پر بیٹھ جائیں۔

سید کو زکوٰۃ دینا:

سوال: ہمیں یہ مسئلہ تو معلوم ہے کہ قریشیوں، ہاشمیوں اور عباسیوں پر زکوٰۃ نہیں لگتی، لیکن ہمارے یہاں ایک قوم ہے، ''پنھور'' یہ بھی سید کہلاتے ہیں، لیکن غریب لوگ ہیں، ہم زکوٰۃ، صدقہ اور فطرانہ انہی کو دیتے ہیں۔ کیا ہماری زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے؟ (سبحانہ منیر)

جواب: اگر یہ قوم واقعی سید ہاشمی ہے، یعنی حضرت عباس، حضرت حارث بن عبدالمطلب، حضرت علی، حضرت جعفر اور حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی اولاد ہیں تو انھیں زکوٰۃ اور دیگر صدقات واجبہ دینا جائز نہیں، اور اب تک جو زکوٰۃ وغیرہ دی گئی وہ ادا نہ ہوئی، صرف نفلی صدقہ انھیں دیا جاسکتا ہے۔ اگر ثابت ہوجائے کہ یہ لوگ سید نہیں ہیں (خواہ قریشی ہی ہوں) تو انھیں زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ اگر تحقیق سے کچھ ثابت نہ ہو لیکن شہرت عام سید ہونے کی ہو تب بھی انھیں سید سمجھا جائے گا۔

وتروں میں قنوت رہ گئی:

سوال: اگر وتروں میں دعاءِ قنوت رہ گئی اور قعدہ میں پہنچ کر یاد آیا تو سجدۂ سہو کرلیں یا وتر دوبارہ پڑھیں؟ (ایضاً)

جواب: سجدۂ سہو سے نماز ہوجائے گی، وتر دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

کھال سمیت پائے کھانا:

سوال: ہمارے گھر میں گائے کے پائے شوق سے کھائے جاتے ہیں۔ انھیں آگ پر بھون کر بال جلا دیے جاتے ہیں، لیکن کھال موجود رہتی ہے، کیا یہ طریقہ درست ہے؟ ہمارے پڑوسیوں کا کہنا ہے کہ پائے کھال اتار کر ہی کھانے چاہییں، واضح فرما دیجیے صحیح مسئلہ کیا ہے؟ (ہمشیرہ اشفاق احمد۔ علی پور)

جواب: کھال اتارنا ضروری نہیں، پائے کھال سمیت کھا سکتے ہیں۔

مشترک قربانی کا گوشت تول کر تقسیم کرنا ضروری ہے:

سوال: ہمارے چاروں بھائی اکٹھے قربانی کرتے ہیں مل کر گائے ذبح کرتے ہیں، وزن کیے بغیر ہر کوئی اپنی اپنی پسند کا گوشت لے لیتا ہے، کوئی کسی پر اعتراض نہیں کرتا۔ پھر باقی گوشت تقسیم کردیا جاتا ہے۔ کیا یہ طریقہ جائز ہے؟ (ایضاً)

جواب: یہ طریقہ جائز نہیں، خواہ کمی بیشی ایک دوسرے کو معاف ہی کردیں۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ پوری گائے میں سے جتنا گوشت خود رکھنا چاہیں اسے تول تول کر برابر کے چار حصوں میں تقسیم کرلیں یا یہ حیلہ اختیار کرلیں کہ گوشت کے چار حصے کرکے ہر حصے میں ایک ایک پایہ رکھ دیں، اس صورت میں حصے کم وبیش ہوں تب بھی مضایقہ نہیں، پھر گوشت اٹھا لینے کے بعد خواہ تین بھائی اپنے اپنے پائے ایک کو لوٹا دیں تو کوئی حرج نہیں۔

مرد کے لیے ریشم کا استعمال:

سوال: آج کل مردانہ کپڑوں میں ریشم کی آمیزش ہوتی ہے۔ کسی کپڑے میں کم کسی میں زیادہ، مثلاً عام طور سے لوگ بوسکی قمیص اور لٹھے کی شلوار استعمال کرتے ہیں۔ یہ قمیص بالکل ریشمی ہوتی ہے۔ اسی طرح بہت سے مردوں کے لباس پر چیک ہوتا ہے یا دھاریاں ہوتی ہیں، بلکہ بعض نوجوان لڑکوں کے کپڑوں پر عورتوں کی طرح کڑھائی ہوتی ہے۔ ستارے ہوتے ہیں، ایسے کپڑوں کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ (ایضاً)

جواب: بازار میں جو ریشمی کپڑے دستیاب ہیں یا اس قسم کے کپڑے جن میں ریشم کی ملاوٹ بتائی جاتی ہے۔ ان سب کا استعمال مردوں کے لیے جائز ہے۔ اس لیے کہ ان میں کوئی خالص ریشم نہیں، اور ممانعت خالص ریشم کی ہے۔ اسی طرح دھاری دار کڑھائی والے کپڑوں کا استعمال بھی مردوں کے لیے جائز ہے، البتہ اس قسم کی کڑھائی جس سے مردانہ لباس زنانہ لباس معلوم ہو جائز نہیں۔

آئینہ گفتار

ہر وقت کی وعظ و نصیحت بوجھ بن جاتی ہے!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کچھ نہایت پرہیز گار اور سنجیدہ مزاج دوستوں اور متقی باجیوں نے فیس بک پیج پر یہ شکوہ کیا کہ آپ یہاں مزاح بہت کیا کرتے ہیں۔

ہفتے میں سیکھنے کی بات دو ہوتی ہیں تو ہنسی پر مبنی چار!

ہم رسالے میں پڑھ کر یہاں آئے تو بہت فرق لگا۔

ہم نے عرض کیا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ رسالے میں بھی صرف سنجیدگی نہیں ہوتی اور نہ ہی ہونی چاہیے۔

یہ وہ کوئی مدارس سے وابستہ مشتری رسائل تو ہیں نہیں، اصلاً پاکیزہ تفریح والے ادبی میگزین ہی ہیں جو دین و دنیا کی اَن تھک جدوجہد کے بعد تازہ دم ہونے کے لیے بطور سوئٹ ڈش کے جاری کیے جاتے ہیں، البتہ یہ تفریح بھی ظاہر ہے مادر پدر آزاد نہیں ہوتی، جائز حدود میں ہوتی ہے، البتہ یہ الگ بات ہے کہ دلچسپ ادبی کہانیوں میں بھی بین السطور کوئی سبق ضرور ایسا ہوتا ہے کہ لاکھوں قارئین کے دل پر اثر کر جاتا ہے۔

سو ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہاں بھی مزاح پر مبنی مواد شائع ہوتا ہے البتہ وہاں سنجیدگی غالب ہے!

لیکن جہاں تک فیس بک کی بات ہے تو پلیٹ فارم کا فرق سمجھیے۔ یہ بے تکلف دوستوں کی ایک بیٹھک کی طرح ہے نہ کہ کوئی درس گاہ!

یہاں کوئی سیکھنے سکھانے کی کلاس لی جا رہی ہے نہ یہاں کوئی کورس کروایا جا رہا ہے اور نہ ہی یہاں ''وہاں'' رسالے کے مدیر کی حیثیت جتائی جاتی ہے!

اور وہ جسے آپ سکھانا کہہ رہے ہیں ناں، وہ ہرگز کوئی سیکھنا سکھانا نہیں ہوتا، وہ تو بس خود کلامی ہوتی ہے، آپ کچھ سیکھ لیتے ہیں تو آپ کا شکریہ!

ہم سبھی ایک دوسرے کی ہر بات سے کچھ نہ کچھ سیکھتے ہی ہیں، حتیٰ کہ لطیفوں سے بھی!

اس لیے خود سے یہ ہرگز فرض نہ کر لیا کریں کہ آپ کے مزاج پر ہی ہر شخص چلے گا اور ہر وقت منہ پر بارہ بجائے رکھے گا۔

دیکھیے کسی کا بھی ذاتی مزاج، طبیعت اور رجحانات ہرگز شریعت نہیں ہوتے۔

شریعت کا مزاج تو انشراح ہے، کشادگی، فرحت اور زندہ دلی ہے، خشکی ہرگز نہیں!

یہاں تو حال یہ ہے کہ دوستوں اور کزنز کے مابین شگفتہ ماحول میں اچھی خاصی ہنسی مزاح، گپ شپ ہو رہا ہوتا ہے، دین و دنیا کی ذمے داریوں کو کچھ دیر بھلا کر تازہ دم ہوا جا رہا ہوتا ہے کہ درمیان میں اچانک کوئی خشک مزاج صوفی کزن آ دھمکتا ہے اور وضو کا موقع دیے بنا اور بنا کوئی تمہید باندھے براہ راست وعظ و نصیحت کی فائرنگ شروع کر دیتا ہے۔

یاد رکھیے: یہ طرزِ عمل مستحسن نہیں، الٹا کئی کبائر گناہوں کے وجود کا باعث بن جاتا ہے۔

لوگ ہر وقت کی نصائح سے معاذ اللہ قرآن و حدیث ہی سے بیزار ہونے لگتے ہیں، کیونکہ انسان فرشتے نہیں ہوتے، ان کی فطرت میں یکسانیت نہیں تلون ہے، یک رنگی نہیں رنگا رنگی ہے۔

علماء کہتے ہیں کہ مبلغ کو اگر بہت زور کی تبلیغ آ ہی رہی ہو تو بھی موقع محل اور مقام کو دیکھتے ہوئے اپنی تبلیغ کو دبالے۔

کیونکہ لوگوں کی باتوں کے درمیان کود کر ان پر وعظ و نصیحت تھوپنے لگنا بہت برا طرزِ عمل ہے۔ یہ بداخلاقی تو ہے ہی، اپنے دین کو ہلکا کرنا بھی ہے۔

ایسی حرکتیں پھر مخاطب کو برانگیختہ کر دیتی ہیں اور ردعمل میں وہ بے ساختہ مبلغ صاحب کو یا اُس نصیحت ہی کے لیے کوئی ہلکا جملہ ایسا بول دیتے ہیں جو بہت سنگین ہوتا ہے، اور یقین کیجیے کہ اس کا وبال انہی بے حکمے مبلغ صاحب پر ہی آتا ہے۔

اب ذرا اس بابت سب سے بڑی حکیم ذات پیارے نبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ملاحظہ فرمائیے:

''لوگوں کو ہر جمعے کے دن وعظ و نصیحت کیا کرو، پھر اگر اس سے زیادہ ہو تو ہفتے میں دو مرتبہ اور اگر اس سے بھی زیادہ کرنا چاہو تو تین مرتبہ۔ لوگوں کو اس قرآن سے بیزار نہ کرو اور میں تمھیں اس طرح نہ دیکھوں کہ تم کسی قوم کے پاس جاؤ اور وہ اپنی باتوں میں لگے ہوں اور تم اُن کی بات میں مداخلت کر کے اُنھیں وعظ سنانا شروع کر دو، اور اس طرح اُنھیں بیزار کرو۔ یہ نہیں، بلکہ خاموش رہو، پھر جب لوگ فرمائش کریں تو اُنھیں سناؤ، اس طرح کہ وہ خواہش سے سنیں۔'' (صحیح بخاری)

تو جی ہاں بہنو!

جب طبائع نصائح کے لیے تیار ہوں، بلکہ ''پیاس'' سے بے تاب ہوں، تبھی بڑی حکمت سے انھیں اپنا بیان سنایا کیجیے۔

اور جیسے تھوڑا بھوک رکھ کر کھانا کھانے کی ترغیب دی جاتی ہے، اسی طرح جب ابھی سامعین میں پیاس باقی ہو تو اپنا وعظ روک دینا چاہیے۔ یقین کیجیے؛ وہ اگلی نشست کا پھر جس بے تابی سے انتظار کریں گے وہ آپ کو حیران کر دے گا۔

تمام وعظ کہنے والی بہنوں اور بھائیوں کو اس پر غور کرنا چاہیے۔ اگر آپ خود روزانہ وقت دین کی تبلیغ کے لیے دے بھی رہے ہیں تو براہ کرم مخاطب تو بدل ہی لیا کریں۔

یقین کیجیے؛ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک ارشاد اور سنت ہی میں دونوں جہاں کی کامیابی ہے۔

والسلام
مدیر مسئول
محمد فیصل شہزاد

مدیر اعلیٰ: مفتی فیصل احمد | مدیر: انجینئر مولانا محمد افضل احمد خان | مدیر مسئول: محمد فیصل شہزاد

''خواتین کا اسلام'' دفتر روزنامہ اسلام ناظم آباد 4 کراچی فون: 021 36609983 ای میل: fayshah7@yahoo.com

انٹرنیٹ: www.dailyislam.pk سالانہ زرتعاون: اندرون ملک 2000 روپے، بیرون ملک ایک میگزین 25000 روپے، دو میگزین 28000 روپے

ادارہ روزنامہ اسلام کی تحریری اجازت کے بغیر خواتین کا اسلام کی کوئی تحریر کہیں شائع نہیں کی جاسکتی۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

نیر تاباں

ایک بندہ ہے!

جب مجھ سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ کی تربیت میں سب سے زیادہ ہاتھ کس کا ہے۔ میں بنا تامل کے کہہ دیتی ہوں شادی کا۔ بس کیا بتاؤں کہ میاں کی کتنی ڈانٹ کھا کھا کے میری تربیت ہوئی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اب ان کی وہ ساری باتیں بالکل ٹھیک لگتی ہیں جس پر پہلے رویا کرتی تھی۔

مجھے اُن سے پہلی ڈانٹ تب پڑی جب ہم کسی کے گھر سے نکلے اور میں ان کی طرف رخ کرکے باتیں کرتی رہی۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی کہنے لگے کہ جن کے گھر سے نکلتے ہیں، اُن کے واپس پلٹنے کا تو انتظار کرتے ہیں یا بس اپنی کہانی شروع کردیتے ہیں؟

اس وقت مجھے اچھا نہ لگا کہ ناحق ڈانٹ دیا۔

اسی طرح ایک اور دن ہم کسی کی طرف مہمان تھے۔ میزبان نے کسی کے حادثے کی بات بتائی اور میں نے جواباً کہا:

''جی! ہمارے بھی ایک جاننے والے ہیں، ان کے ساتھ یہی ہوا تھا۔''

یہ وہاں تو کڑوا گھونٹ بھر کے رہ گئے، گاڑی میں بیٹھتے ہی بولے: ''جب کوئی انسان کچھ بتائے تو اس کی بات سنتے ہیں، اس کے متعلق سوال کرتے ہیں، جواب میں اپنی کہانی نہیں شروع کردیتے۔''

اس وقت بھی مجھ سے اپنی غلطی مانی نہ گئی تھی۔ بس چپ ہوگئی تھی۔ مجھ میں یہ بری عادت تھی کہ مجھ سے اپنی غلطی نہیں مانی جاتی تھی اور اچھی عادت یہ تھی کہ اپنی غلطی نہ محسوس ہونے کے باوجود میں ان سے بحث نہیں کرتی تھی۔

شادی شدہ زندگی میں کہیں جا بجا ڈانٹ تھی تو کبھی ایسے مواقع آئے کہ جہاں ڈانٹ ہونی چاہیے تھی، وہاں کچھ کہا نہ گیا۔ ہم دبئی ایئرپورٹ پر تھے۔ اب یاد نہیں کہاں جانا تھا لیکن آگے ہوٹل کی بکنگ ہوچکی تھی۔ اب غلطی مجھ سے یہ بڑی ہوگئی کہ میں نے اُن کا ایکسپائرڈ پاسپورٹ رکھ لیا تھا سو فلائٹ چھوڑنی پڑی۔ ہم بورڈنگ کی قطار سے نکل کر واپس ٹیکسی پکڑ کر گھر آگئے اور انھوں نے کچھ کہا ہی نہیں۔ بالکل آرام سے نئی بکنگ کروالی۔

عجب تلملاہٹ سی ہوتی ہے اب تک بھی کہ بھئی کچھ تو کہا ہوتا کہ میں صفائی ہی دے دیتی۔

ایسے ہی ایک دن میں سہیلی سے فون پر باتوں میں اتنی مگن ہوئی کہ فلائٹ ہی مس ہوگئی۔ دو گھنٹے بعد اگلی فلائٹ تھی۔ وہ لی اور انھیں کچھ دن ٹھہر کے بتایا کہ وہ فلائٹ ملتوی نہیں ہوئی تھی، مجھ سے رہ گئی تھی۔ انھوں نے کچھ نہیں کہا۔

فلائٹ تو خیر ابھی دو سال پہلے جب میں ٹورنٹو ایئرپورٹ پر فرح رضوان اور ہم نوا کے ساتھ گپیں لگانے میں مصروف تھی، تب بھی مس ہوگئی تھی۔ اگلی فلائٹ کئی گھنٹوں بعد تھی۔ اور ہمارے سامان کی چیکنگ میں کم بختوں نے اتنا وقت لگایا کہ وہ فلائٹ بھی ہمارے بغیر اڑ گئی۔ میں نے انھیں فون کیا اور بھرائی ہوئی آواز میں کہہ سنایا کہ لگاتار دو فلائٹیں مس ہوگئیں۔ وہ میری ہی غلطی کی وجہ سے اوپر تلے دو فلائٹس مس ہونے کے باوجود مجھے ڈھیروں تسلیاں دینے لگے کہ کوئی بات نہیں، ہوجاتا ہے ایسا۔

ایک بار فون کا بل ادا کیے بغیر میں پاکستان چلی گئی اور یوں تین چار مہینے کا بل جب ہرجانے کے ساتھ گھر آیا تو وہ فون کی قیمت سے زیادہ تھا۔ میں نے شرمندگی سے انھیں میسج کیا: ''میں آپ سے بات نہیں کرسکوں گی۔ میں بہت شرمندہ ہوں۔''

جواب آتا ہے: ''اٹس اوکے! ہوگیا جو ہونا تھا۔''

میرے سیکھنے سکھانے کے پیچھے اگر کوئی مستقل دباؤ رہا ہے تو وہ یہی ہیں۔ مجھے والنٹیئرنگ پر اکسانے والے، پڑھائی کی طرف توجہ دلانے والے، فیسیں ادا کرنے والے۔ اُن سب میں گھریلو کاموں کا بوجھ مجھ سے بانٹ لینے والے اور اگر یہ نہ کرسکیں تو اپنا معیار نیچے لے آنے والے۔ انھیں مجھ سے روزانہ تازہ کھانا چاہیے ہوتا ہے بس۔ اور اتنا تو میں مارے بندھے کر ہی لیتی ہوں۔ بارہا مجھ سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ اتنے کام کیسے کرلیتی ہیں؟ بات یہ ہے کہ میرا بہت سا بوجھ بانٹ لینے والا ایک بندہ موجود ہے۔

ان کی اچھی باتوں میں ایک بات کھلے دل، کھلے ہاتھ والا ہونا بھی ہے۔ میں نے انھیں بہت شروع میں بتایا کہ ابو میرا جیب خرچ میرے ہاتھ میں دے دیا کرتے تھے۔ مجھ سے مانگا نہیں جاتا۔ انھوں نے مجھے جوائنٹ اکاؤنٹ بنوا کے کارڈ حوالے کردیا اور کبھی کوئی پوچھ گچھ نہیں کی کہ کہاں خرچ کیا، کتنا خرچ کیا۔ گھر کے تمام اخراجات انہی کے ذمے تھے، انہی کے ذمے ہیں۔ پاکستان آنے پر تاکیداً ''اپنے گھر والوں'' کے لیے اچھی چیز لے جانے پر اکساتے ہیں۔ کسی بھی لڑکی کے لیے یہ بات بہت خوشی کی ہوتی ہے کہ اس کا شوہر اس بات کا خیال رکھے۔

جمعہ کو برف کا طوفان آنے کی اطلاع تھی۔ دفتر میں سب بولے کہ زیادہ برف نہ پڑے، جبکہ مجھے زیادہ برف چاہیے تھی۔ کم از کم اتنی کہ ورک فرام ہوم ہوجائے۔

کسی نے جل کر کہا: ''ہاں! کیونکہ تمھیں کون سا خود صاف کرنی ہوتی ہے!''

اور ہم بھی کالر اونچا کرکے مسکرا دیے کیونکہ بات سچ ہی تھی۔ سالہا سال برف زار میں گزارنے کے باوجود برف وہی صاف کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ سالٹ تک بھی وہی چھڑکتے ہیں۔

خیر، آج صبح یہ ہوا کہ برف کے حالیہ طوفان کی باقیات ٹھکانے لگانے نکلے تو ان کا پیر پھسل گیا۔ کچھ ایسے اینگل سے گرے کہ ہڈی پر چوٹ لگی۔ ہمسائے اور احمد کا سہارا لیے جیسے تیسے اندر پہنچے۔ ایمبولینس، ایمرجینسی، ایکسرے، بروکن ہپ بون کے بعد اب ہپ ریپلیس منٹ کی سرجری کا کہا ہے۔ مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ دھیان سے باہر سالٹ ڈال لینا، بہت پھسلن ہے اور میں آنکھوں میں آنسو لیے کہنے لگی کہ مجھے تو یہ بھی نہیں پتا کہ سالٹ کہاں ہے!

کچھ دیر میں مغرب ہونے کو ہے۔ ابھی تو رمضان ہیں۔ آپ پڑھیں تو نجانے کون سے دن ہوں گے لیکن بہت دعا کیجیے گا۔ آسانی سے بیڑے پار لگ جائیں، آمین!

☆☆☆

چہروں پر سجالیے چہرے!

"اورسناؤ بھئی! صائمہ کا نتیجہ کیسا آیا ہے؟ کہاں ہے وہ؟"

گل بانو نے بھتیجی کے متعلق استفسار کیا۔

"ہائے آپا کیا بتاؤں؟ اس لڑکی نے تو ہمیں خاندان بھر میں ذلیل کروانے کا ٹھیکا لے رکھا ہے، اب خودنجانے کس کونے کھدرے میں گھسی رورہی ہوگی۔"

فرخندہ خالہ بگڑے موڈ سے بولیں۔

"ہائیں......رو کیوں رہی ہے، کیا اس کا نتیجہ اچھا نہیں آیا؟"

"کیا کہوں آپا! بس رہنے دیں، نہ چھیڑیں میرے زخموں کو، اب کس منہ سے خاندان بھر کا سامنا کروں گی میں، ابھی رات کو جب آپ کے بھائی آکر صاحب زادی کے نمبر دیکھیں گے تو وہ الگ مجھ پر برہم ہوں گے۔"

"آئے ہائے......کیا اتنا برا آگیا ہے نتیجہ؟ خدانخواستہ رہ تو نہیں گئی کہیں؟"

گل بانو کے لہجے سے پریشانی ہویدا تھی۔

"بس آپا!......یہ زمانے بھر کی نکمی اولاد میری ہی ہے، پہلے کون سا ہماری دستار میں تمغے لگائے تھے، سب بہن بھائی ایک سے ہیں اور یہ نواب زادی، ہزار بار سمجھایا چار دن ہیں محنت کرلو، پھل بھی تم نے ہی کھانا ہے لیکن میری بات کون سنتا ہے۔ بس وہ موا موبائل ہے ہر وقت ہاتھوں میں، کتابوں کی جگہ ہر وقت اس میں سر دیے رہو۔ اب یہ میرے سامنے تو آئے چار جوتے نہ لگائے تو کہنا، بس میری قسمت خراب ہے آپا!"

فرخندہ خالہ مسلسل ایک سانس میں بولتی چلی گئیں۔

حافظہ وسطیٰ چوہدری۔ملتان

گل بانو نے بے قراری کے عالم میں اسے روکا۔

"ارے صحیح سے بتاؤ تو سہی، کیا نتیجہ ہے؟ کیوں ہولائے دے رہی ہو، خود بھی پریشان ہورہی ہو مجھے بھی سولی پر لٹکا دیا۔"

جواب میں فرخندہ ممانی ہچکیاں بھرتی رہیں۔ آپا کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے، جلدی سے بولیں: "ارے فرخندہ! چپ ہوجاؤ، تمہارا اس طرح رونا مجھے تکلیف دے رہا ہے، اب میں اتنی دور بیٹھی تمہارے آنسو بھی نہیں پونچھ سکتی۔"

ان کی آواز بھرا سی گئی۔

"بس آپا! آپ کی محبت پر ہی تو دل بار بار بھر آرہا ہے۔"

سوں سوں کرتی فرخندہ نے دوپٹے کے پلو سے آنکھیں پونچھیں، پھر بھرائی آواز میں کہا:

"آپ ہی بتائیں کون ماں باپ نہیں چاہیں گے کہ ان کی اولاد کامیاب ہوجائے، بس یہاں اولاد نے جب تک والدین کی ناک نہ کٹوائی، زمانے بھر میں خواری نہ کی تو انھیں چین کہاں ملے گا؟ دیکھیے گا ابھی کچھ دیر میں سب فون کھڑکانے لگ جائیں گے، صائمہ کا نتیجہ سناؤ، میں رہ گئی نکمی اولاد کی داستانیں سنانے اور صفائیاں دینے کو۔"

"فرخندہ! تم مجھے کچھ ٹھیک سے تو بتلاؤ، میرے منہ میں خاک کہیں فیل تو نہیں ہوگئی؟"

گل بانو ہنوز الجھن میں تھیں۔ صحیح سے کوئی بات ہی ان کے پلے نہ پڑ رہی تھی۔

"چھوڑیں آپا! اتنی دور بیٹھی ہیں ناحق آپ کو بھی پریشان کرڈالا۔ آپ سنائیں صباحت کا بھی تو صائمہ کے ساتھ ہی نتیجہ آیا ہے نا۔"

"ہاں ماشاءاللہ! اللہ نے بہت کرم کیا، احسان ہے مالک کا۔ اپنی صباحت تو بہت اچھے نمبروں سے کامیاب ہوئی ہے، تیسرے نمبر پر آئی ہے جماعت میں، اسے اپنا ہوش تھا اسے نہ کھانے پینے کی فکر ہر وقت پڑھائی میں دھیان، اللہ نظر بد سے بچائے بہت محنتی ہے میری بچی!" گل بانو صائمہ کا نتیجہ بھول بھال کر فخریہ انداز میں صباحت کی جدوجہد پر روشنی ڈالنے لگیں۔

"اچھا آپا! میں بعد میں بات کرتی ہوں آپ سے، لگتا ہے مہمان آئے ہیں دروازہ بجے چلا جارہا ہے۔"

فرخندہ نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا تو وہ بولیں:

"ہاں ہاں تم مہمانوں کو دیکھو، باقی باتیں پھر آرام سے کریں گے۔"

☆......☆

"کس کا فون تھا اماں؟"

گل بانو کی گہری سوچ کے پرندوں کو کمرے میں داخل ہوتی صباحت کی آواز نے اڑادیا۔

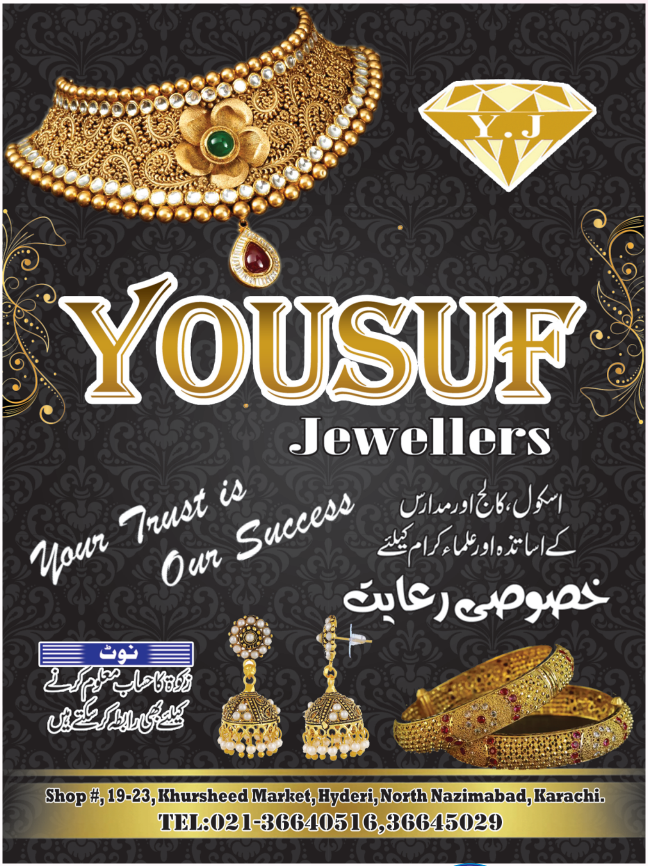

’’ارے تمھاری فرخندہ مامی سے بات کر رہی تھی۔‘‘

ان کے جواب پر وہ تیکھے لہجے میں بولی: ’’صائمہ کا نتیجہ کیسا آیا ہے؟ فری مامی تو خوب اترا رہی ہوں گی، ٹاپ تو نہیں کر لیا کہیں اُن کی پڑھاکو بیٹی نے؟‘‘

حاسدانہ اندیشے اسے اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھے۔

’’نتیجہ تو لگتا ہے بہت خراب ہے اس کا، پتا نہیں فیل ہوگئی ہے یا کسی مضمون میں رہ گئی ہے۔‘‘ انھوں نے الجھن سے بیٹی کو دیکھا جو پہلے ہی ہمہ تن گوش تھی۔

’’کیا مطلب؟ ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ ان کی لائق فائق بیٹی کسی مضمون میں رہ جائے۔ فیل ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ نے ٹھیک طرح سے پوچھا کیوں نہیں فری پھپو سے، خواہ مخواہ کے اندازے لگائے جا رہی ہیں۔‘‘

وہ قدرے چڑ کر بولی تو گل بانو نے جھلا کر کہا۔

’’اے پوچھا تھا، تم اپنی پھپو کو نہیں جانتی کیا؟ ان سے میسنا کوئی ہوگا بھلا، میں کہوں دن کی وہ سنے رات کی، بات کو ایسے گھمایا کچھ پلے ہی نہیں پڑا میرے تو، بس روئے چلے جا رہی تھی الٹا سر میں درد کر کے رکھ دیا۔‘‘

’’تو اماں! صائمہ سے بات کر لیتیں نا آپ۔ مجھے تو کھد بُد لگ گئی ہے اب۔‘‘

’’وہ کون ساماں سے کم ہے، دو ہاتھ آگے ہی ہے، بند گوبھی کی طرح پرتیں چڑھی ہوئی ہیں ماں بیٹی پر، کوئی بات اگلوانا بھلا آسان ہے ان سے، ہونہہ!‘‘

وہ اٹھ کر باہر کی جانب بڑھیں تو صباحت نے حیرت سے پوچھا۔

’’اب آپ کہاں چل دیں؟‘‘ گل بانو مسکرا کر بولیں:

’’وضو کرنے جا رہی ہوں، میں نے سوچا شکرانے کے نفل پڑھ لوں۔ سوگ منا تی پھریں وہ دونوں ماں بیٹی، ہمارا تو خوشی کا دن ہے۔ مولا تیرا شکر ہے تُو نے ہمیں سرخ رو کیا۔ پورے خاندان کی دعوت کروں گی میں، سب کو پتا چلے میری بچی کامیاب ہوئی ہے۔‘‘

☆......☆

’’امی......!‘‘

صائمہ نے ماں کو فون بند کرتا دیکھ کر احتجاج والے انداز میں کہا۔

وہ بیٹی کو دیکھ کر مسکرا دیں۔

’’اتنی اداکاری تو کرنی پڑتی ہے بٹیا رانی! تمھاری گل پھپو بڑی چالاکو ماسی ہیں جتنی زمین سے باہر اتنی ہی اندر۔ لو بھلا میں نہیں سمجھتی کیوں انھوں نے صبح سویرے ہی فون کھڑکا دیا۔ ہونہہ کیسے ہمدرد بنی ہوئی تھیں، منہ کی میٹھی ہیں بس، سانپ کے پاؤں پیٹ میں ہوتے ہیں۔‘‘

’’صباحت پاس ہوگئی ہے؟‘‘ صائمہ نے جھنجھلا کر کام کا سوال کیا۔

’’ہاں ہو تو گئی ہے۔ تمھاری پھپو کہہ رہی تھیں تیسری پوزیشن آئی ہے اس کی۔‘‘

صائمہ فوراً چمک کر بولی: ’’نقلیں کر کے ہی پرچے دیے ہوں گے اس نے، جیسے میں جانتی نہیں وہ کتنے پانی میں ہے، بڑی آئی تیسری پوزیشن لینے والی، ہونہہ! فیشن سے تو فرصت نہیں ملتی پڑھائی کیا خاک کرتی ہوگی۔‘‘

’’چلو دفع کرو ان کو، شکر ہے خدا کا کہ میری بچی ابھی ایک قدم آگے ہی ہے، اللہ ہر منحوس نظر سے بچا کر رکھے۔‘‘

’’امی! گل پھپو کو جب میرا نتیجہ پتا چلے گا تو بگڑیں گی نہیں آپ پر کہ آپ نے جھوٹ کیوں بولا؟‘‘

’’لو جھوٹ کہاں؟‘‘ انھوں نے برا سا منہ بنایا۔

’’کہہ دوں گی تم نے تو پہلے نمبر کے لیے محنت کی تھی، ہمیں بھی یہی امید تھی، آ گیا دوسرا نمبر، لو بھلا اب اس غم میں روئیں بھی ناں ہم ماں بیٹی کیا؟‘‘

وہ زور سے کھلکھلائیں تو صائمہ بھی ہنس دی تھی۔

’’اچھا اب میں ذرا خاندان بھر کو اطلاع کر دوں تمہاری کامیابی کی، یہ نہ ہو تمہاری پھپو تیز گام یہاں مجھ سے نمبر لے جائیں۔‘‘

☆☆☆

1987ء سے خدمت میں مصروف

پُھلبھری، برص

LEUCODERMA-VITILIGO

تمام جِلدی بیماریوں کا مؤثر اور بے ضرر علاج

STEROIDS FREE
MOST PROGRESSIVE
TREATMENT

سفید داغ قابلِ علاج مرض ہے

ایوارڈ یافتہ ممتاز معالج
اجمل زیدی کے صاحبزادے
اقدس زیدی
(ماہرِ برص)

کے دورۂ پاکستان کا مستقل پروگرام

کراچی قیام	1 مارچ تا 10 مارچ، 1 جولائی تا 10 جولائی، 1 نومبر تا 10 نومبر فارچون سنٹر آفس نمبر 706 ساتویں منزل شارع فیصل نرسری بالمقابل K.F.C کراچی فون: 69-7012068(021) موبائل: 8566188(0300)	ملتان قیام	12 مارچ تا 17 مارچ، 12 جولائی تا 17 جولائی، 12 نومبر تا 17 نومبر ہوٹل سلور سینڈ، ریلوے روڈ نزد چوک عزیز ہوٹل، ملتان فون: 62-4518061(061) موبائل 8566188(0300)
لاہور قیام	11 فروری تا 20 فروری، 11 جون تا 20 جون، 11 اکتوبر تا 20 اکتوبر مدینہ ٹاور، آفس نمبر 512 پانچویں منزل، مسلم ٹاؤن موڑ، فیروز پور روڈ، بالمقابل جامعہ اشرفیہ لاہور 0300-8566188	اسلام آباد مستقل پتہ	25 مارچ تا 25 مئی، 25 جولائی تا 25 ستمبر، 25 نومبر تا 25 جنوری مکان نمبر 62 سٹریٹ نمبر 20 سیکٹر G-8-1 تعلیمی چوک (سریا چوک) اسلام آباد موبائل: 8566188(0300)

leucodermatreatment@outlook.com

موازنہ

بنت نجم الدین

بارش کی ٹاپ ٹاپ شروع ہو چکی تھی۔ اسے تنہا بیٹھے گھنٹہ گزر چکا تھا۔ دل کا حال بیقابو تھا۔ بارش کی گرتی بوندوں میں اس کے آنسوؤں کے قطرے بھی شامل ہو رہے تھے۔ وہ خود بھی بھیگتی رہی آنکھیں بھی۔

ہمیشہ ہی سے اس کی عادت تھی کہ جو چیز دوسروں کی اچھی لگتی اپنے لیے بھی وہی چاہتی اور اکثر اس کی خواہش پوری بھی ہو جاتی۔ اس کی اور بھائی کی شادی کی تاریخ ایک ہی ساتھ طے پائی تو بھابی کے کپڑے جوتے بقیہ سامان جو بھی لاتی، اپنی بھی ویسی ہی لاتی۔ یہ بھابی کے ساتھ اس کے مقابلے کی ابتدا تھی جو پھر زور پکڑتی رہی۔

شادی کے بعد اس نے اگلے ہی ہفتے کہہ دیا کہ ہمارے ہاں تو کپڑے دھونے والی ماسی آتی ہے۔ بھابی کو دھونا نہیں پڑتے، میں بھی نہیں دھوؤں گی۔

ساس نے سنا تو بڑی سمجھ داری سے بڑی بہو پر اس ذمے داری کو ڈال۔ پھر ہر کام میں ہی موازنہ شروع ہو گیا۔

”میری بھابی کا تو ہفتے میں ایک دن میکے جانے کا مقرر ہے میں بھی ایک مخصوص دن جاؤں گی۔“

پھر گھر میں کوئی پریشانی آجاتی یا کچھ اور ہو جاتا لیکن وہ اپنے معمول سے نہ ہٹتی اپنے متعین کردہ دن میکے ضرور جاتی۔

گھر میں چھوٹے بھائی کی شادی کا سلسلہ اٹھا تو بڑے بھائی نے وسعت ہونے کی وجہ سے اپنا الگ گھر بنوانے کا فیصلہ کیا۔ اس نے مداخلت کی لیکن کسی نے اس کی بات کو اہمیت نہ دی۔ اماں بھی یہی چاہتی تھیں کہ آنے والی کے مزاج کا نہیں پتا شروع سے ہی الگ ہوں گے تو محبتیں قائم رہیں گی۔ کاروبار پہلے ہی الگ تھے دونوں کے، اس لیے دونوں کی الگ رہائش مسئلہ نہ تھی، لیکن اس کا دل بے چین ہو گیا۔ جس روز بھابی نئے گھر میں منتقل ہوئیں، اس کے اندر جیسے ایک ضد سے پیدا ہو گئی۔ اب اس کا روز کا ایک راگ ہو گیا کہ مجھے الگ رہائش چاہیے۔ ساس سسر کے ساتھ وہ کل چار بھائی تھے۔ دو منزلہ مکان تھا۔ صاف ستھرا ترتیب سے بنا ہوا۔ کوئی تنگی نہ تھی لیکن اس کے دل کی تنگی اور بے سکونی سب کے سامنے تھی۔

سسر صاحب نے بالآخر بیٹے کی پریشانی کو بھانپ لیا۔ اپنی مشترکہ زمین سے حصہ دے کر چھوٹا سا گھر بنوا دیا۔ اسے اس پر بھی اعتراض تھا۔

”یہ علاقہ تو بالکل ویران ہے۔ ٹوٹی پھوٹی گلیاں، میرے بھائی کا بنگلہ دیکھا ہے دل خوش ہو جاتا ہے۔“ اس نے پہلے ہی دن منہ بھر کے شکوہ کر دیا۔

”تمھیں علیحدہ رہائش چاہیے تھی، صاف ستھری گلیاں یا گھر کی خوب صورتی کی شرط نہیں رکھی تھی تم نے۔“ شوہر نے خشک لہجے میں کہا، پھر تھکے تھکے لہجے میں بولا:

”سویرا! میں بہت تھک گیا ہوں، بس اب چھوڑ دو یہ موازنہ، ہر گھر کے حالات معاملات ایک جیسے نہیں ہوتے اور اولاد کے دل بھی، میرا دل اس تنہا گھر میں والدین بھائیوں اور ان کے بچوں کی محبت سے بے قرار رہتا ہے لیکن کیا کروں تمھاری ضد نے مجھے سب کو چھوڑنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اب بھی خوش نہیں ہو تو تم بہت بے وقوف ہو، وہ تو شکر ہے میرے والدین نے مجھے تمھارا ساتھ دینے کے لیے مجبور کیا، ورنہ میں گھر والوں سے کبھی علیحدہ نہ ہوتا۔“ سویرا کا ساتھ اس موقع پر آنسوؤں کی لڑیاں ہی دیتیں۔

”ایک تو تمھاری یہ عادت مزید تنگ کرتی ہے۔“ فواد جھنجھلا کر بولا۔

☆......☆

ایک ہی ساتھ شادی ہونے والی بھابی کے آنگن میں پہلے دو جڑواں بچوں کی بہار آئی پھر بیٹا اور پھر بیٹی۔ اِدھر چھے سال ہونے کو تھے، وہ اس نعمت سے محروم تھی۔ ہر بات میں موازنہ چلتا رہا لیکن یہاں وہ مجبور تھی۔ دل کا حال تو بس وہ ہی جانتی تھی۔ وہ بچوں کی دیوانی تھی۔ گھر جاتی تو بچوں کو اٹھا لیتی، ان سے کھیلتی رہتی۔ یہاں آ کر وہ ہار رہی تھی۔ اللہ سے مانگتی اور روتی رہتی۔

ایک دن تو وہ بہت روئی۔ اس دن بھابی صبح سے اس کے گھر آگئی تھیں۔ بچے خوب کھیلے۔ گھر خوب پھیل گیا۔ رونق بھی خوب لگی۔ شام سے پہلے موسم خراب ہونے لگا تو وہ چلی گئیں۔ اس نے بھیگتی آنکھوں کے ساتھ گھر کو صاف کیا۔

”بچے ہوں گے تو کام بڑھے گا، مصروفیت بڑھے گی، وقت اچھا کٹے گا۔ تنہا انسان کا وقت بھلا کیسے گزر سکتا ہے؟ گھر میں رونق ہوگی اور ان کے میٹھے میٹھے بول ہوں گی تو زندگی کتنی خوبصورت ہو جائے گی!“

وہ سوچتی رہی پھر اُدھر بارش شروع ہوئی اِدھر اس کی آنکھوں کی برسات۔

روتے روتے وہ بے ساختہ بول پڑی: ”بھابی میں اس دوڑ میں ہار گئی۔“

اس دن فواد گھر آیا تو وجہ جان کر بولا:

”سویرا! میں نے تمھیں پہلے ہی سمجھایا تھا کہ یہ موازنہ اور حسد اچھی عادت نہیں، کیونکہ ہر کسی کے حالات معاملات ایک جیسے نہیں ہوتے۔ یہ تو اللہ کی دین ہے کہ کسی کو زیادہ دیتے ہیں کسی کو کم۔ ہر دو صورتوں میں یہ آزمائش ہے۔ کسی کو اولاد سے محروم کر کے آزماتے ہیں، کسی کو دے کر، کسی کو بیٹی دے کر کسی کو بیٹا دے کر۔ تم نے مجھے ہر بات پر مجبور کیا، تمھاری ضد سے میں نے دل پر پتھر رکھا اپنے عزیزوں کو چھوڑ آیا لیکن اب تمھیں عقل آجانی چاہیے۔ یہ تنہا زندگی تمھیں خالی گود کی تڑپ زیادہ دے رہی ہے۔ شاید اگر تم وہاں ہوتیں تو سب کے درمیان یہ کمی محسوس نہ کر پاتیں۔“

”مجھ سے بھائی نے کہا تھا کہ وہ ابوجانہ کو ہمیں دینے کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن میں نے یہ سوچ کر انکار کر دیا کہ تمھاری بھابی کے تو اپنے ہی بچے ہیں تو تمھیں بھی تو اپنی ہی اولاد چاہیے ہوگی تم کسی کے بچے کو کیسے اپنا تسلیم کرو گی، یوں تو تم اپنی بھابی سے ہار جاؤ گی۔“

فواد نے کھوجتی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے پہلی بار اسے یہ بات بتائی۔

وہ پشیمان آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

”آپ نے کیوں انکار کیا۔“ وہ سسکتے ہوئے بولی۔ ”سنیں میں واپس سب کے پاس سب کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ بھابی سے کہیں کہ ابوجانہ میرا بیٹا ہے بس!“

وہ ضدی انداز سے بولی تو فواد کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔

ایک دم ہی وہ چہکا: ”اور پتا ہے تمھیں اس بچے کا نام کا اختیار ہماری بھابی نے تمھیں اسی لیے تو دیا تھا کیونکہ وہ ہمیں دینے کا ارادہ کر چکی تھیں۔“

اس کی ضدی طبیعت کو جانتے ہوئے اس پر احسان کیا گیا۔ اس کا احساس کیا گیا۔ وہ بہت شکر گزار تھی۔ یہی احساس شرمندگی اسے پھر سے سب کے درمیان لے گئی۔

ہاں اب وہ اپنی عادتِ بد کو چھوڑنے کا عزم کر چکی تھی۔ ☆☆☆

یادیں، ہم سفر میری

تمھارے میکے والے!

ع۔م۔ چنیوٹ

"تاجدارِ ختمِ نبوت زندہ باد۔"

بے اختیار میرے منہ سے نکلا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

"میں آپ سے ناراض ہوں۔" اُنھوں نے کہا لیکن چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ پوچھنے پر بتایا کہ آپ نے مجھے محترمہ باجی ریحانہ تبسم فاضلی صاحبہ سے ملاقات نہیں کرنے دی تھی اور کہا تھا وہ تھکی ہوئی ہیں اور ان کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں۔

میں نے کہا کہ انسان جس سے محبت کرتا ہو پھر اس کے آرام کا بھی خیال رکھتا ہے ناں۔

"بالکل آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔" یہ کہہ کر انھوں نے مجھے گلے لگا لیا اور بتانے لگیں کہ میں تو دونوں رسائل بہت شوق سے پڑھتی ہوں اور ان کی نسبت سے سب کے لیے بہت دعائیں کرتی ہوں۔

یہ رخسانہ بہن تھیں۔

حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خواہش پر ان کے فرماں بردار بیٹوں اور نواسی محترمہ باجی جان سعدیہ چنیوٹی صاحبہ نے خواتین کی جماعت بنائی ہے جو کہ تحفظ ختم نبوت کا کام کرتی ہے۔ ہمارے ساتھ اس جماعت میں رخسانہ بہن بھی تھیں۔ بہت پرجوش، ہر کام میں سب سے آگے آگے۔ ایک بار ہنس کر کہنے لگیں کہ مولانا صاحب نے جو ہمیں جنت کی بشارتیں سنائیں ہیں ناں اس مبارک کام کے کرنے پر تو ایمان سے دل خوش ہوگیا ہے۔ اب موت کی کوئی پروا ہی نہیں! پھر شرارت سے بولیں: "گویا ساتوں خون معاف ہوگئے۔"

اُن کے اس انداز پر ہم سب ہنس پڑے۔

سب ساتھی بہنوں سے بہت محبت عقیدت سے پیش آتیں، مگر مجھ سے تو بہت ہی پیار کا اظہار کرتیں۔ میں نے 'مجاہد تم کہاں ہو؟' کتاب ہدیہ کی تو دیکھ کر بہت خوش ہو کر کتاب کو چومنے لگیں۔ دو دن بعد ہی فون پر مجھے بتایا کہ میں نے تو کتاب پڑھ بھی لی خوب مزے لے لے کر۔ بہت مزہ بھی آیا اور رونا بھی آیا۔ بہت قیمتی کتاب ہے اور محترمہ باجی جان ریحانہ تبسم فاضلی صاحبہ کی اور آپ کی محبت میرے دل میں اور بھی بڑھ گئی ہے۔

ایک مرتبہ رخسانہ بہن کے گھر میں ختم نبوت کا بیان تھا۔ تب بہت گرمی تھی، پھر اللہ کے فضل وکرم سے بارش ہوگئی اور موسم خوشگوار ہوگیا۔ جب ہم ان کے گھر پہنچے تو رخسانہ بہن بہت ہنس ہنس کر اور خوشی سے بتانے لگیں کہ میں اپنے اللہ جی سے اچھے موسم کے لیے بہت دعائیں مانگی ہیں۔ میرا اللہ میری دعاؤں کو قبول فرمانے والا ہے۔ پھر بتایا کہ میں نے بارش کی دعا کی تو بارش ہوگئی تو میں نے دعا کی یا اللہ! زیادہ بارش سے راستہ بند ہوجائے گا تو سارے کیسے آئیں گے بیان سننے؟ پھر بارش ہلکی ہوگئی تو میں نے کہا کہ یا اللہ! یہ موسم بھی ٹھیک نہیں، کیچڑ سے پھلسن ہوجائے گی، پھر بارش رک گئی۔ دھوپ تو نہیں رہی، مگر ہوا چل پڑی۔ بہت پیارا موسم ہوگیا، تو میں نے دعا مانگی اللہ جی! یہ موسم اچھا ہے یہاں کلک کردیں۔"

یہ سنتے ہی بے اختیار ہماری زبانوں پر سبحان اللہ ماشاء اللہ جاری ہوگیا اور ان کی اللہ سوہنے سے پیار بھری دعائیں کرنا بہت اچھا لگا۔

عیدالاضحی کے کچھ دن بعد اپنی سہیلیوں کی دعوت کی تو مجھے بھی بطورِ خاص کہا کہ بیٹوں کو بھی ضرور لانا ہے۔ اب اتفاق ایسا ہوا کہ میرے بیٹوں (مفتی) عادل، (مفتی) عامر کا مدرسہ واپسی پر حادثہ ہوگیا۔ عادل کو زیادہ چوٹ آئی۔ حادثہ سنگین تھا مگر قرآن پاک کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے زیادہ چوٹ سے بچا لیا کہ ڈرائیونگ کے ساتھ ساتھ دونوں ایک دوسرے کو قرآن سنا رہے تھے۔ میں نے رخسانہ بہن کو بتایا کہ میں وعدہ پورا کرنے آئی ہوں ورنہ بچوں کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے اور مہمان بھی آرہے ہیں تو بیٹوں کو دعائیں دینے لگیں اور بار بار ہمارا شکریہ ادا کرتیں کہ تم آگئی ہو تو میرا دل خوش ہوگیا ہے۔ ہمیں اپنے ہاتھوں سے کباب بنا کر کھلائے اور بار بار کھانے پر اصرار کرتی رہیں۔ املی کی چٹنی بھی بہت مزیدار تھی۔ اللہ رب العزت نے ہاتھ میں ذائقہ دیا تھا ماشاء اللہ۔ ہمیں اپنے باغ کی سیر کروائی اور توڑ توڑ کر پھل ساتھ دیے۔ سہانجنا کی تعریف کرتے ہوئے ٹہنی توڑ کر ساتھ دی۔ میں نے کہا آپ نے تو فوراً ٹہنی توڑ لی۔ میں نے تو کوشش کی نہیں توڑ سکی۔

ہنس کر بولی: "اسے اپنی مالکن کی پہچان ہے ناں اس لیے۔" پھر میری بیٹیوں عائشہ عمارہ سے کہا: "یہ باغ آپ کا ہے امی جی کو بھی ادھر ہی چھوڑ دو خود بھی رک جاؤ۔"

عائشہ نے کہا: "دیکھیں امی جی خود ہی باغ میں گھوم کر پھل اتارنے کی کوشش کر رہی ہیں!"

تو اس کی پیٹھ تھپتھپا کر کہا: "باغ ہے ہی تمھاری امی جی کا" اور پھر اور زور سے ہنس کر کہا: "باجی جان نوں ساتوں خون معاف!"

واپسی میں بیٹوں کے لیے بھی کباب چٹنی وغیرہ دیے اور دروازے تک رخصت کرنے آئیں اور بولیں: "آپ آئیں تو بہت مزہ آیا ہے۔ دل چاہ رہا ہے کہ آپ سے دستخط کروا لوں کہ آئندہ بھی آپ ہماری دعوت میں شریک ہوں گی۔"

میں گھر آگئی۔ کچھ دن بعد ان کا بیان تھا۔ وہ نہ آئیں تو پتا چلا کہ ان کی طبیعت خراب ہے۔ اسپتال میں داخل ہیں۔

ہم فیصل آباد الائیڈ اسپتال ان کی عیادت کے لیے گئے تو وہ سو رہی تھیں۔ آکسیجن لگی ہوئی تھی۔ معلوم ہوا کہ کیمو ہو رہا ہے کیونکہ کینسر کی تشخیص ہوئی ہے۔

ہم سب کو ان کی حالت دیکھ کر رونا آگیا۔

ان کے گھر والوں نے اس کے قریب ہو کر کہا کہ رخسانہ! تمھارے میکے والے آئے ہیں، ختم نبوت والے!

"واہ۔" یہ پیاری نسبت سن کر بے ساختہ زبان سے نکلا۔ بہت ہی اچھا لگا۔ سینے میں جیسے ٹھنڈ پڑ گئی۔ اللہ سوہنا اس نسبت کو قائم دائم رکھے۔

خیر یہ بات سنتے ہی رخسانہ تو پٹ سے آنکھیں کھول دیں اور ہمیں دیکھ کر مسکرانے لگیں، پھر مجھے ہاتھ کے اشارے سے قریب کیا اور پوچھا:

"مفتی صاحب (میرے بیٹے مفتی عادل) کا کیا حال ہے؟"

میں حیران کہ اپنی کیا حالت ہے، پھر بھی مفتی صاحب کی فکر ہے۔ پھر کہا کہ کراچی فون کرنا دعا کے لیے۔

میں سمجھ گئی کہ باجی صاحبہ کی بات کر رہی ہے۔ میں نے بتایا میں نے باجی جان کو دعا کے لیے پیغام بھی دیا، آپ کا سلام بھی دیا اور باجی جان نے ڈھیروں دعائیں بھی دی ہیں اور سلام بھی تو بہت خوش اور مطمئن ہو گئیں۔

ماشاءاللہ اتنی بیماری میں بھی نماز نہیں چھوڑی۔ ان کی بیٹی امامہ اور جیٹھانی صاحبہ بتا رہی تھی کہ امی جی کہہ رہی تھیں کہ آپ نے میرا اس ماہ میں بیان نہیں رکھا ناں تو میں نے اسپتال میں تقریباً پون گھنٹہ بیان کیا۔ وہاں ایک قادیانی مریض اور اس کی ساتھیوں کو ختم نبوت کی دعوت بھی دی، یوں اپنے حصے کا بیان کر لیا......!

اسپتال سے چھٹی ہو گئی تو اپنے بھائی ثاقب کے گھر آئیں۔ سب میکے سسرال والے بہت ہی پیار کرتے، خیال رکھتے تھے۔ ماشاء اللہ دیورانی جیٹھانیوں میں بھی بہت پیار دیکھا۔ بچوں کے لیے ختم نبوت کی جماعت بنانے کی خواہش مند تھیں۔ ان کی بیٹی نے بتایا کہ ماشاءاللہ جماعت بنائی جا رہی ہے۔

باتوں باتوں میں اکثر کہتی تھیں کہ میں نے تو ظہر کے وقت مر جانا ہے۔ مغرب کے بعد جنازہ اور پھر سارے گھروں گھر۔ کوئی مسئلہ ہی نہیں اور میرے تو محرم بھی ڈھیر سارے ہیں۔

اور اللہ رب العزت نے ان کے منہ سے نکلے ہوئے بولوں کی لاج رکھ لی کہ بالکل ایسا ہی ہوا۔

ایک دن تیمم کر کے ظہر کی نماز پڑھی پھر سو گئیں!

قیامت تک کے لیے، بہت میٹھی نیند!

مغرب کے بعد جنازہ ہوا۔

ان کی بیٹی امامہ نے بتایا کہ ہماری کسی عزیزہ نے خواب میں دیکھا کہ تمھاری امی جی رخسانہ ایک باغ میں گھوم رہی ہیں اور ساتھ ساتھ نعرہ لگا رہی ہیں: ”تاجدارِ ختم نبوت زندہ باد۔“

یہ بتاتے ہوئے امامہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

ہم سب کی آنکھیں بھی اشک بار ہو گئیں۔

میرے منہ سے بھی بے اختیار یہ نعرہ نکلا اور میں روتے روتے تصور میں خود کو جنت کے باغ میں گھوم کر نعرہ لگاتے دیکھنے لگی۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت اپنی بندی رخسانہ عبدالواحد کو جنت الفردوس کے بالا خانوں میں اپنا پڑوس عطا فرمائے اور ہمیں بھی کارِ ختم نبوت سے ہمیشہ کا تعلق نصیب فرمائے، آمین!

☆☆☆

امت مسلمہ میں ایمانی اور اخلاقی اقدار بیدار کرنے والی

تاریخی کہانیاں

تاثرات

مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب حفظہ اللہ

اس کتاب کی امتیازی خصوصیت ہے کہ اس میں جغرافیائی لحاظ سے بڑی اچھی معلومات دی گئی ہیں، نقشے شامل کیے گئے ہیں، حواشی کے اندر بھی جغرافیائی امور کی وضاحت کی گئی ہے، یعنی اس کتاب کو پڑھ کر ایک طالب علم، ایک لڑکا، ایک نوجوان بیک وقت تین فوائد حاصل کرے گا:

① ایک طرف وہ اردو ادب کی چاشنی بھی حاصل کرے گا۔

② دوسری طرف وہ اپنی تاریخ سے واقف ہو گا اور اسلامی تاریخ میں اس کی دلچسپی بھی بڑھے گی، اور وہ تاریخ کے اصل مآخذ کی طرف جا کر اُن سے استفادہ کرے گا۔

③ اِس کے ساتھ ساتھ اسلامی شہروں کے جغرافیا سے بھی کافی حد تک مناسبت ہو جائے گی۔

صفحات ۲۱۲ | مصنف محمد حذیفہ رفیق | سائز 14.5x22 cm

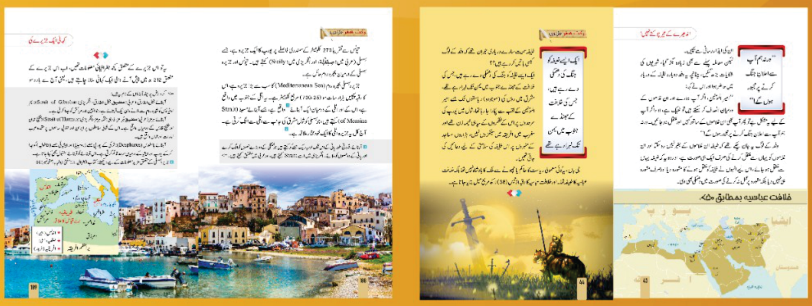

+92 335 1111326
+92 309 8204773

Visit our website : www.zamzampublishers com pk

جبین چیمہ

20

اور میں اپنے وعدے پر پورا اتروں گا!

اس رات جنوبی غزہ سے واپس شمالی غزہ جاتے ہوئے راستے میں انھیں ایک ایسی ہستی ملی جس کے ملنے کا وہ گمان بھی نہیں کر سکتے تھے۔

وہ ان کی خالہ رقیہ کی بیٹی خیریہ تھی۔ سوجی ہوئی ٹانگوں اور پاؤں کے ساتھ وہ بمشکل اس قافلے کے ساتھ گھسٹ رہی تھی جو شمالی غزہ جا رہے تھے۔ حالانکہ وہاں بھی آگ تھی بارود تھا۔ شعب ابی طالب جیسی گھاٹی تھی، بھوک اور پیاس تھی مگر لوگ اپنی جانوں کی فکر کی بجائے اپنے بچوں کی زندگیاں بچانے کے لیے ادھر چلے جا رہے تھے۔

خیریہ اور حلیمہ کتنی ہی دیر آپس میں لپٹی روتی رہیں۔

”صالح میرا خاوند تو جنگ کے شروع ہوتے ہی شہید ہو گیا تھا۔ میں اپنے ننھے بیٹے عمر کے ساتھ اپنے گھر میں ہی تھی جب بمباری شروع ہو گئی۔ عمر نیچے بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ میں نیچے بھاگی کہ بچوں کو اندر بلالوں۔ حلیمہ وہ مجھ سے چند قدم دور تھے۔ میرے بلانے پر وہ سب دوڑ کر آ گئے تھے مگر خاص تاک کر انھیں نشانہ بنایا گیا۔ عمر کے ہاتھ میری طرف اٹھے ہوئے تھے، اور میرے ہاتھ اس کی طرف مگر میرے ہاتھ اسے چھو نہ سکے۔ حلیمہ! چند منٹوں میں ہی ان کے خوب صورت ہنستے مسکراتے چہروں کی جگہ ان کا خون اور ان کے جسموں کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے۔“

خیریہ روتے روتے بتا رہی تھی۔

وہ سفر زندگی کا دشوار گزار سفر تھا۔ خیریہ اور حلیمہ کو راستے میں ہی خدا حافظ کہتے ہوئے قاسم نے ان دونوں سے کہا تھا: ”میں آپ دونوں کو اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا کہ غزہ کی ہر لڑکی کی حفاظت ہماری ذمے داری ہے اور ہم سب کو سرنگوں میں نہیں لے جا سکتے میں آپ دونوں کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔“

”قاسم!“ حلیمہ نے بے بسی کی انتہاؤں کو چھوتے ہوئے کہا۔ ”وہ مجھے پھر لے جائیں گے۔“

”میں نے آپ دونوں کو اللہ کے سپرد کیا۔ میں پھر آؤں گا۔ میں محمد کو ساتھ لے کر جا رہا ہوں۔“

اور پھر وہ جس طرح آیا تھا اسی طرح زمین کے اندر اتر گیا۔ راستے میں ان کو جو بھی خیمہ ملتا جس میں عورتیں اور بچے ہوتے وہ دونوں اس میں قیام کر لیتیں مگر خیریہ کی حالت اب کافی بگڑ گئی تھی۔ پاؤں میں زخم ہو گئے تھے۔ سوجے ہوئے پاؤں میں جوتے پھنس چکے تھے۔ سوجی ہوئی ٹانگیں اور بخار سے تپتا ہوا جسم۔ وہ رات کو بھی جوتے پہن کر سوتی کہ اگر جوتے اتار دیے تو پھر پہنے نہیں جائیں گے۔ وہ لوگ ایک خیمے میں کچھ اور لوگوں کے ساتھ دو دن سے ٹھہرے ہوئے تھے۔ خیریہ کے جسم پر جو لباس تھا اس پر جگہ جگہ خون کے دھبے تھے ایک مدت سے اس نے غسل تو کیا وضو بھی نہیں کیا تھا۔ بخار کی شدت میں خشک حلق کے ساتھ وہ جب بھی آنکھیں کھولتی، اسے صرف اپنی نمازوں کی فکر ہوتی۔

”کوئی ابوعبیدہ سے فتویٰ پوچھ کر آئے کہ تیمم کی حالت میں ہماری نمازیں اللہ کے ہاں قبول ہو رہی ہیں یا نہیں؟“

اسے اپنی نمازوں کی فکر پڑی تھی۔ کھائے پیے بغیر بیماری ان بہت سے مریضوں کو ختم کیے دے رہی تھی جو جلدی امراض اور پیٹ کی بیماریوں میں مبتلا تھے۔ زخم دن بدن گل سڑ رہے تھے۔ کٹے ہوئے اعضا والے بچوں بڑوں کی دن بدن تعداد بڑھتی جا رہی تھی، مگر دوائی تھی نہ خوراک۔

حلیمہ چاہ رہی تھی کہ وہ کسی طرح فریال کے پاس پہنچ جائیں مگر خیریہ کو ایسی حالت میں چھوڑنے کو اس کا دل آمادہ نہیں تھا، اور پھر ان لاکھوں لوگوں میں وہ اسے کیسے ڈھونڈے گی جب کہ مسلسل فاقوں اور پانی کی کمی کی وجہ سے وہ بھی اب کافی کمزور ہو گئی تھی۔

اس دن اچانک سردی بڑھ گئی اور آسمان پر بادل گرجنے لگے۔ بچے اور بڑے سردی سے بے نیاز جس کو جو کچھ ملا باہر بارش کا پانی جمع کرنے کے لیے لا کر رکھنے لگے۔ کچھ لوگوں نے پلاسٹک گڑھوں میں رکھ دیے کہ اس کے اوپر پانی جمع ہو سکے۔ اسی رات ڈاکٹر فریال الشفاء ہسپتال کی ڈاکٹران کے خیمے میں آ گئی۔

خیریہ کی یہ حالت دیکھ کر وہ پریشان ہو اٹھی۔ بارش کا جمع کیا ہوا پانی اس نے ابال کر اسے پلایا۔ اس کے زخم صاف کیے اس کے جوتے بمشکل اتارے اور اس کے پاؤں کی حالت دیکھ کر وہ ششدر رہ گئی۔

گلے ہوئے اور زخموں سے چور پاؤں۔ بڑی مشکل سے اس کے زخم دھونے کی وہ تیاری کر رہی تھی۔ جب ایک دفعہ پھر ’الجزیرہ‘ کی ٹیم ان کے خیمے میں آ گئی۔ بچوں کے بگڑتے زخم اور بڑوں کی کسمپرسی دیکھ کر ان کے کلیجے پھٹے جا رہے تھے۔ فاسفورس بموں کا نشانہ بنی وہ بچی ان کے سامنے تھی جس کا پھول سا چہرہ سارا جھلس چکا تھا اور آنکھوں کی بینائی جا چکی تھی۔

وہ لوگ اس کی ویڈیو بنا رہے تھے جب اسرائیلی درندے دندناتے ہوئے ان پر پل پڑے۔

”ہم نہیں چاہتے یہ تصویریں یہاں سے باہر جائیں اپنا کیمرہ دو۔“

مگر ’الجزیرہ‘ کے فوٹو گرافر نے کیمرہ دینے سے انکار کر دیا اور پھر وہیں سب کے سامنے صہیونی کتوں نے اسے گولی مار دی۔

کئی بار غزہ میں جنگ بندی کی قراردادیں پیش کی جاتیں مگر امریکا بزدل انھیں ویٹو کر دیتا کہ دشمن اسلام اپنے مکروہ عزائم کے ساتھ ہر جگہ اسرائیل کا ساتھ دے رہے تھے۔

مگر مسلمانوں کے ستاون ملکوں کے سربراہ جب کبھی اپنی عیاشیوں اور اپنے ملکوں کی گندی سیاستوں سے سر اٹھاتے تو اس عورت

لہو کی بارش میں

بشر کا دکھ ہے نمایاں مری نگارش میں
لکھوں میں ”امن“ کہاں سے لہو کی بارش میں
وقارِ حوّا و آدمؑ، خلوص و مہر و وفا
رکھی ہوئی ہے ہر شے یہاں نمائش میں
بنو گے شاہ کے مصاحب تو نام پاؤ گے
بڑے ہیں فائدے لوگو! یہاں ستائش میں
چلی ہے رسم ستم، جبر کا تسلط ہے
مرا وطن ہے بہت سخت آزمائش میں
شکم ہوس کی بھرتی نہیں کبھی لوگو
کبھی کمی نہ ہوئی آدمی کی خواہش میں

☆☆☆

انتخاب: صائمہ قاسم، چونیاں

کی طرح جس کا بچہ کسی دوسرے کے گھر کی قیمتی چیزیں توڑ رہا ہو اور وہ اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے بس ہاتھ ہلا کر کہہ دیتی ہے نہ کرو۔ وہ بھی بس اتنا بیان جاری کر دیتے کہ نہ کرو اور پھر اپنی عیاشیوں میں مگن ہو جاتے۔

خیر یہ کی ابھی آزمائش باقی تھی کہ وہ پھر اپنے پیروں پر کھڑی ہو گئی۔

اور وہ حلیمہ کے ساتھ ایک دفعہ پھر فریال کو ڈھونڈنے نکل پڑیں اور آخر کار انھوں نے اسے ڈھونڈ لیا۔

قتل عام کو شروع ہوئے پانچ مہینے ہو رہے تھے۔ ہر روز سینکڑوں مسلمان شہید رہے تھے مگر دنیا بھر کے مسلمان آنکھوں پر پٹیاں باندھے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالے زبان تک گروی رکھے دنیا کے دھندوں میں مصروف تھے۔

وہ دسواں روزہ تھا۔ فریال، حلیمہ اور خیریہ ایک پتیلا چولھے پر رکھے آنکھوں سے ابلتے آنسوؤں کو پینے کی کوشش میں تھیں۔ ان کے ارد گرد تین اور ڈھانچے بیٹھے تھے۔ وردہ، اس کا بھائی مصطفیٰ جس کا پچھلے دنوں ایک بازو کٹ گیا تھا اور طلحہ۔

افطاری میں چند منٹ باقی تھے۔ جب فریال نے دیگچے کا ڈھکن اٹھایا۔ اس میں گھاس ابل رہی تھی۔

''طلحہ بیٹا! روزہ کھلنے والا ہے، دعا کراؤ۔'' حلیمہ نے طلحہ سے کہا۔

وہ کمزور سا ننھا بچہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اُن کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے اپنی جھولی اس رب کریم کے ساتھ پھیلا دی جس نے اس آزمائش کے بدلے ان کے لیے بے شمار انعامات کا وعدہ کیا تھا۔

''یارب کریم! یا ذوالجلال والاکرام......! ہم تجھ سے تیری پناہ چاہتے ہیں، ہم بھوک، پیاس اور خوف کے اس امتحان سے نجات چاہتے ہیں۔ تیرے خزانے بھرے ہوئے ہیں تو پتھروں میں بھی کیڑوں کو رزق دیتا ہے۔ تو ہمارے حصے کا رزق ہمیں پہنچا۔ تو ہمیں مضبوط بنا کہ ہم اس عہد کو پورا کر سکیں جو ہم نے تیرے ساتھ باندھا ہے۔ تو ہمیں توفیق دے کہ ہم مظلوموں کے خون کا بدلہ لے سکیں۔''

''آمین!'' سب نے روزہ افطار کرنے کے لیے ایک ایک چمچ ابلتی ہوئی گھاس اپنے اپنے برتن میں ڈالی اور اسے ٹھنڈا کرنے لگے۔

طلحہ نے گھاس کا پیالہ ماں کے پاس رکھتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے ماں کے آنسو صاف کیے۔

''اماں! فتح یاب مائیں روتی نہیں ہیں۔ آپ دیکھیں رہیں صیہونی اللہ کی دھتکاری ہوئی قوم اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود ابھی تک ہمیں فتح نہ کر سکے۔ یہ سختی کے چند دن ہیں۔ آگے دیکھیں ہمارے لیے کتنی نعمتیں ہیں۔''

اور وہ سب گھاس کے تنکے چباتے ہوئے اللہ کے حضور سر بسجود ہونے اور اللہ کے شکر گزار بندے ہونے کا اقرار کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔

وہ کمرہ

خدیجہ نور

زندگی کی بہت سی حسین یادوں میں بچپن کے وہ سہانے دن بھی ہیں جب خاندان بھر کے افراد کی سردیوں کی چھٹیاں دادا جان (جنھیں ہم بابا جی کہتے) اور دادی جان (جنھیں ہم ماں جی کہتے) کے کمرے میں گزرا کرتی تھیں۔ لوڈشیڈنگ کا زمانہ تھا۔ بجلی چلی جاتی تو ایمرجنسی لائٹ یا ہیٹر کی روشنی اور گرمائش میں کمرے کے اندر محفل سج جاتی۔ بجلی نہ بھی جاتی، اس جگہ پر لمبی لمبی گپ شپ کی نشستیں لگانا معمول ہوا کرتا تھا۔ ماں جی اور بابا جی کی موجودگی ایک سکون کا احساس دیتی۔ ان کی زندگی کی کہانیاں سننا، لڈو، کیرم اور نام چیز جگہ جیسے کھیل کھیلنا، شور کرنے پر اپنی اپنی اماں کی جھڑکیاں سننا، اور کسی نئی کھانے والی چیز کی امید لگائے ابو کی آمد کا انتظار کرنا پھر مل بانٹ کر مونگ پھلی کھانا اور اس کے چھلکوں کا ڈھیر لگانا۔

سردیوں کا سب سے مشہور جھگڑا ہیٹر کے قریب ہو کر بیٹھنے کا تھا یا مجمع زیادہ ہونے کی صورت میں پیڑھی اور کرسی لینے کا جھگڑا۔ اکثر اوقات کھانے کی چیز کی تقسیم میں ناانصافی کے شبے پر بھی تکرار ہو جایا کرتی تھی مگر جھگڑے کبھی بھی حد سے باہر نہ بڑھے تھے، کیونکہ صلح صفائی اور نظم وضبط قائم رکھنے کے لیے بزرگ منتظمین موجود تھے۔ پیار کی مٹھاس اور ہنسیوں کی کھنکھناہٹ میں کب اور کیسے زندگیاں آگے بڑھ گئیں معلوم ہی نہ ہوا۔ کبھی سوچیں تو لگتا ہے اسی کمرے میں بیٹھے دہائیاں گزر گئیں۔ وقت کے ساتھ مجمع چھوٹا، بابا جی کا سایہ اٹھ گیا۔ مرکزیت کم ہوئی تو محفلیں بھی مختصر ہونے لگیں۔ زندگی کے رنگ ڈھنگ بدلنے لگے۔

کھلکھلاتے بچپن سے گہری سوچ بچار کرتے حساس لڑکپن نے اسی کمرے کے درو دیوار دیکھے ہیں۔ اسی ہیٹر کے سامنے ماں جی کے بستر کے ساتھ بیٹھے، محفلوں کی شوقینی سے تنہائی پسندی کا سفر طے ہوا۔ زندگی کی کتنی ہی حقیقتیں اس کمرے کے عافیت والے ماحول میں بیٹھ کر غور وفکر کرنے سے وا ہوئیں۔ آج نہ وہ کمرہ میسر ہے، نہ ماں جی، بابا جی، نہ وہ عافیت اور نہ ہی وہ پیار بھرے رشتوں کی مہک۔

آہ ناسٹلجیا......!

اس موسم کے ساتھ واقعتاً جذبات جڑے ہوتے ہیں۔ سردیوں کی فرصت وفراغت کے چند لمحات بھی پچھلی پوری زندگی ایک ریل کی صورت آنکھوں کے سامنے گھما جاتے ہیں۔

☆☆☆

آپ کی صحت

ڈاکٹر اُمِّ محمّد

س: باجی! میری عمر ۲۹ سال ہے۔تقریباً آٹھ دس سال سے میری صحت بہت خراب رہنے لگی ہے۔ ہر مہینے ایک آدھ بار تو بخار ہوجاتا ہے۔ پہلے منہ آیا کرتا تھا جواب کم ہوگیا ہے، مگر زبان پر چھالے ہوجاتے ہیں۔ براہِ کرم کوئی دوا تجویز کردیں۔

(طلعت اسلم۔کراچی)

ج: محترمہ طلعت اسلم صاحبہ! میرے خیال سے آپ کے گلے خراب ہیں، یعنی ٹانسلز متاثر ہیں۔ روزانہ نیم گرم پانی میں نمک ملا کر اس سے صبح وشام غرارے کریں۔ انسان کا جگر قدرتی وٹامن بی تیار کرتا ہے۔ جب اس میں کوئی رکاوٹ ہوتی ہے تو منہ میں چھالے ہوجاتے ہیں، اس لیے جگر پر توجہ کرنی چاہیے۔ چکنائی بالکل بند کردیں۔ بڑے گوشت سے پرہیز کریں، اس سے جگر کا فعل ان شاء اللہ ٹھیک کام کرنا شروع کرے گا۔ اگر اینٹی بائیوٹک کے ساتھ وٹامن بی نہ لی جائے تو منہ میں چھالے پڑ جاتے ہیں۔ آپ ہومیو پیتھک کی دوا Borax 30 اور Antimcrud30 کے 4-4 قطرے دن میں چار مرتبہ استعمال کریں۔ دہی کا استعمال آپ کے لیے بہت مفید ہے۔ آپ روزانہ لے لیا کریں، ان شاء اللہ افاقہ ہوگا۔

☆☆

س: ڈاکٹر صاحبہ! میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے بال بہت تیزی سے گر رہے ہیں۔ میرے تین بچے ہیں، بچوں کی پیدائش کے وقت تک بال ٹھیک تھے مگر اب بالوں کی پوری لٹیں ہاتھ لگانے پر ہی گر رہی ہیں، بہت پریشان ہوں، کوئی آسان حل بتادیں۔

(اہلیہ نظیر سندھی۔کندکوٹ)

ج: محترمہ اہلیہ نظیر صاحبہ! خواتین حمل میں تو اپنی خوراک اور دواؤں کا کسی حد تک خیال رکھتی ہیں مگر پیدائش کے بعد عموماً بچوں کی دیکھ بھال میں لگ کر اپنے آپ کو توجہ نہیں دے پاتیں۔ یہی آپ کے ساتھ مسئلہ ہے۔ اپنا خیال رکھیں۔ آپ ٹھیک رہیں گی تو بچوں اور گھر کو اچھی طرح سے دیکھ سکیں گی۔ آپ دوا Jabrondi30 اور Flouric Acid 30 کے 4-4 قطرے دن میں چار مرتبہ لیں۔ اس کے ساتھ روغنِ لیوب 60 گرام اور روغنِ قسط 60 گرام دونوں ملا کر ہفتے میں دو مرتبہ بالوں میں مساج کریں۔ ان شاء اللہ آپ کے بال پہلے جیسے گھنے اور مضبوط ہوجائیں گے۔

س: باجی صاحبہ! میری بیٹی کی عمر ۱۷ سال ہے۔ اس کو بچپن سے کان بہنے کی شکایت ہے۔ ۵ سال سے کان سے بہت بدبودار مواد کا اخراج ہوتا ہے۔ بے انتہا درد، کبھی خون بھی آجاتا ہے۔ میری بیٹی کے لیے کوئی دوا تجویز کردیں۔ (محمد اختر جاوید۔شہداد پور)

ج: محترم اختر جاوید صاحب! آپ کے تفصیلی خط سے اندازہ ہوا ہے کہ مسئلہ کان کے اندرونی حصے تک چلا گیا ہے اور یہ نکروسس کا عمل شروع ہوگیا ہے۔ آپ بیٹی کو دوا Phyrogenium اور Hepar scelph200 کے 4-4 قطرے صبح اور رات دیں۔ کان میں کسی قسم کا ڈراپر نہیں ڈالیں نہ ہی کوئی تیل وغیرہ۔ چاول اور بادی چیزیں بند کردیں۔ اس کے ساتھ لونگ 6 عدد، گل منڈی 5 گرام ایک پانی میں خوب جوش دیں اور چھان لیں۔ اس میں 4 رتی ہلدی پسی ہوئی گھول کر صبح اور رات پلادیں، ان شاء اللہ ٹھیک ہوجائے گا۔ نہاتے وقت یا وضو کرتے وقت کان میں روئی لگائیں۔ پانی نہ جانے پائے۔

☆☆

س: ڈاکٹر ام محمد صاحبہ! میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے جوڑوں پر بہت ورم آگیا ہے۔ خاص طور پر گھٹنے اور ٹخنے کے جوڑوں پر کام کاج میں بہت رکاوٹ ہوتی ہے۔ کوئی اچھی اور موثر دوا تجویز کردیں۔ (زوجہ شاہد حسین۔میوالی)

ج: محترمہ زوجہ شاہد صاحبہ! آپ کی رپورٹ کے حساب سے آپ کا یورک ایسڈ بڑھا ہوا ہے۔ یہ آج کل بہت عام ہوتا جارہا ہے۔ گائے کا گوشت اس کی بڑی وجہ ہے۔ بالکل بند کردیں۔ اس کے لیے دوا Calclicum30 اور Acid Benz 30 کے 4-4 قطرے دن میں چار مرتبہ لیں۔ اس کے ساتھ حکمت کی ایک بوٹی ہوتی ہے، 'صفرکارسی' اس کو 9-9 گرام صبح اور رات پانی میں خوب جوش دے کر پی لیا کریں۔ یہ نسخہ جوڑوں کے درد میں مبتلا کوئی بھی فرد استعمال کرسکتا ہے۔

☆☆☆

ضرورت نہیں ہوتی

اثرؔ جونپوری

تسکینِ قلب کے لیے طاعت نہیں ہوتی
لذت کے لیے رب کی عبادت نہیں ہوتی
پھر اور کیا ہوتا ہے بھلا مقصدِ طاعات
گر قربِ ذاتِ پاک کی نیت نہیں ہوتی
دُکھتا ہے اگر قلب ادائے زکوٰۃ میں
اخلاص تو ہوتا ہے بشاشت نہیں ہوتی
عاشق کو جو محبوب کی راہوں کا ملے غم
اس سے بڑی تو کوئی بھی راحت نہیں ہوتی
دنیائے دوں میں کثرتِ مال و متاع و عیش
اللہ کی رحمت کی علامت نہیں ہوتی
جسمانی اعتبار سے اکثر ہیں تندرست
روحانی اعتبار سے صحت نہیں ہوتی
باطن کو جو تقویٰ سے مزین کرے اس کو
آرائشِ ظاہر کی ضرورت نہیں ہوتی

☆☆☆

معصوم باتیں!

زرینہ خانم لغاری۔ مظفرگڑھ

ننھے بچے بعض دفعہ اتنی پیاری باتیں کرتے ہیں کہ ان کی معصومیت پر پیار بھی آتا ہے اور ہنسی بھی آتی ہے۔

میری چھوٹی بہن نسیم جسے بچپن میں پیار سے سب شیمو کہتے تھے۔ اس کا بچپن تھا۔ کسی کی فوتگی کی اطلاع آئی ہم سب گھر والے افسوس کرنے لگے اور کہا آہ بے چارے کا دانہ پانی اٹھ گیا۔ شیمو غور سے سن رہی تھی۔ دوسرے دن وہ اپنی سہیلی کو بتا رہی تھی تجھے پتا ہے جو مر جاتا ہے تو فرشتے اس کا دانہ پانی اٹھا کر اس کے پیچھے آسمان پر لے جاتے ہیں۔ وہاں وہ بھوکا نہیں رہے گا اس لیے اللہ تعالیٰ اس کا دانہ پانی اٹھا لیتا ہے۔

ایک چھوٹی بچی نے عید کے چاند کی خبر سنی کہ جم غفیر نے چاند دیکھا۔ دوسرے دن دوسری خبر سنی کہ جم غفیر نے عید کی نماز پڑھی۔ تیری دن سنا کہ فلاں لیڈر کے جلسے میں جم غفیر نے شرکت کی تو اب وہ بچی دوسری بچی سے کہہ رہی تھی کہ بہن جم غفیر تو بہت بہادر اور ہمت والا آدمی ہے اور تجھے پتا ہے سب سے پہلے چاند بھی وہی دیکھتا ہے میرا خیال ہے اس کی بڑی بڑی آنکھیں ہوں گی تبھی تو سب سے پہلے چاند دیکھ لیتا ہے اور اتنا ہوشیار ہے کہ عید کی نماز میں بھی پہنچا ہوتا ہے اور جلسوں میں بھی جاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انصاف کے زمرے میں آتا ہے کہ ان کے زمانے میں شیر اور بکری ایک ہی گھاٹ سے پانی پیتے تھے۔ ظاہر ہے یہ ایک مثال ہوتی ہے ورنہ شیر بکری کب اکٹھے پانی پیتے ہیں۔ ہمارے سرائیکی علاقے کے مشہور ترین نعت خواں شہادت علی طاہر ہیں ایک دفعہ ان کی منقبت سنی وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے انصاف کے متعلق نظم پڑھ رہے تھے جن کے الفاظ تھے عمر نے شیر بکری کو اکٹھے چرایا۔ چھوٹی بچیاں بچے سن رہے تھے آپس میں بحث کرنے لگے کہ شیر اور بکری اکٹھے چرنے لگے یہ کیسے ہوا بکری تو گھاس چرتی ہے شیر کب چرتا ہے وہ تو گھاس ہی نہیں کھاتا تو پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیر کو کیسے گھاس کھلائی۔

ایک بچہ جو قدرے بڑا تھا بولا تمہیں نہیں پتا کہ حضرت عمر کیسے رعب اور دبدبے والے تھے ان سے تو شیطان بھی ڈر کر راستہ چھوڑ جاتا تھا جب شیطان جیسا جن ڈر جاتا تھا تو شیر کیا چیز ہے۔ حضرت عمر نے ایک کوڑا مارا ہوگا اور شیر سے فرمایا ہوگا چل شیر بکری کے ساتھ گھاس کھا۔ شیر کی جرأت ہوگی کہ انکار کرتا۔ وہ ڈر سے گھاس کھانے لگ گیا ہوگا۔ آخر یونہی تو نہیں کہا گیا عمر جرار ہیں۔

بچوں کی یہ گفتگو سن کر ہم ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گئے۔

☆☆☆

سب اچھا ہے!

سونیا بلال

’’میں پریشان ہوں ماں۔‘‘

’’کیوں کیا ہوا؟‘‘

’’نہیں بتا سکتی۔‘‘

بتا دو، ہم سہیلیاں ہیں ناں، پکی سہیلیاں۔‘‘

’’بتادوں؟ اچھا آپ نے ابو کو نہیں بتانا پھر۔‘‘

’’ٹھیک ہے۔‘‘

’’وعدہ؟‘‘

’’اوکے وعدہ۔‘‘

’’وہ نا، میں نے ایک جھوٹ بولا ہے۔ اس دن ابو ناریل لے کر آئے تھے نا اور انھوں نے ہمیں کہا تھا سب آئیں اور ناریل پانی پی لیں۔ آپ سب نے کہا ہمیں پسند نہیں تو مجھے لگا ابو کا دل دکھے گا تو میں نے انھیں کہا میں پیوں گی مجھے پسند ہے اور پھر میں نے اتنی مشکل سے پیا ناں کہ کیا بتاؤں، ہر گھونٹ پر قے آ رہی تھی لیکن میں مسکرا مسکرا کے پی رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ ابو بہت مزے کا ہے اور پھر میں نے کہا اگر آپ نا ہوتے نا تو میں سارا پی لیتی، اتنا مزیدار ہے۔

ابو نے کہا، اچھا باقی آپ پی لو پھر، مجھے لگا، اففف یہ کیا کہہ دیا ہاجرہ، اب تو سارا پینا پڑے گا اور بس اب میں اس بات سے پریشان ہوں کہ جھوٹ بول دیا تو جھوٹ کا گناہ تو ہوگا ناں!؟‘‘ (اس کے سنانے کا انداز ایسا تھا کہ ہنسی روکنا مشکل ہو گیا!)

’’کوئی بات نہیں بیٹا! آپ پریشان نہ ہوں، دیکھو جب ایسی صورت حال ہوتی ہے نا کہ آپ سچ بولیں تو آپ کو لگے کہ سامنے والے کا دل دکھے گا اور جھوٹ بولیں تو ویسے ہی بری بات ہوگی تو اس وقت ایسی بات کرتے ہیں کہ جھوٹ بھی نہ ہو اور سامنے والے کو برا بھی نہ لگے۔

جیسے کوئی سہیلی یا کزن تیار ہو کر بہت فینسی بن کر ہم سے پوچھے کہ میں کیسی لگ رہی ہوں اور ہمیں اتنا فینسی اسٹائل پسند نہ ہو تو ہم ایسے نہیں کہیں گے کہ بالکل اچھا نہیں لگ رہا، بہت اوور ہے اس سے اس کا دل ٹوٹے گا، کیونکہ ایسی صاف گوئی یا سچ جو کسی کا دل دکھا دے، یہ اچھی بات نہیں ہے، اور بدتمیز لوگوں کو کوئی پسند نہیں کرتا، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالکل بھی ایسے بات نہیں کرتے تھے تو ہم ایسا کر سکتے ہیں کہ بجائے ہاں یا نہ کہنے کے بس ماشاءاللہ کہہ دیں، مسکرا دیں تو اس سے سامنے والا ہرٹ نہیں ہوگا لیکن اگر ہم اس کا دل خوش کرنے کے لیے جھوٹ بول دیں کہ واہ بہت اعلیٰ، شاندار تو یہ جھوٹ بھی ہوگا اور مکھن لگانا بھی۔ دونوں طریقوں کے بیچ کی راہ نکالتے ہیں۔ اسی لیے جب ابو نے پوچھا تو آپ بس پی لیتیں اور مسکرا دیتیں کہ وہ ہرٹ نہ ہوں لیکن آپ کو اتنا مکھن لگانے کی کیا ضرورت تھی کہ واہ آپ نہ ہوتے تو میں سارا پی لیتی، تو مزہ آیا پھر سارا پی کر؟‘‘ میں مسکرائی۔

’’نہیں، ذرا بھی نہیں‘‘۔

’’خیر آپ پریشان نہ ہوں، یہ کوئی نقصان دہ جھوٹ نہیں تھا، بلکہ ابو کا خیال رکھنے پر آپ کو اجر ملے گا، ہاں بس آئندہ آپ نے نارمل طریقہ رکھنا ہے، ٹھیک؟‘‘

’’ٹھیک، لیکن آپ پلیز ابو کو نہیں بتانا۔‘‘

اور میں سوچ رہی تھی کہ یہ ’’سب اچھا ہے!‘‘ والی اداکاری صنفِ نازک کی گھٹی میں ہوتی ہے کیا؟

☆☆☆

سویرا چودھری۔ ملتان

یہ بھید نہ کھل پائے

پندرہ سالہ امامہ کافی دیر سے برآمدے کے ستون سے ٹیک لگائے چھوٹے بہن بھائیوں کو بارش میں نہاتا دیکھ رہی تھی۔ امی نے اس کی محویت کو توڑا:

''امامہ! جا کر تم بھی بارش میں نہالو۔''

اس نے گردن موڑ کر انھیں دیکھا پھر سنجیدگی سے بولی:

''آپ کو پتا تو ہے امی! مجھے بارش میں نہانے کا بالکل بھی شوق نہیں ہے۔''

امی سر ہلا کر دوبارہ کام کی طرف متوجہ ہوگئیں تو امامہ پھر سے بارش کے گرتے قطروں کو دیکھنے لگی۔ نجانے کیوں ہمیشہ بارش ہوتا دیکھ کر اس کا دل دُکھ سے بھر جاتا تھا۔

☆......☆

''بھاگو بھاگو! میں آ رہی ہوں۔''

سات سال کی امامہ دونوں ہاتھ پھیلائے پانچ سالہ زینب کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ زینب کچھ دیر تو بساط سے بڑھ کر بھاگتی رہی پھر اوندھے منہ زمین پر جا گری۔ اس کے ساتھ ہی اس کے رونے کی آواز پورے گھر میں پھیل گئی۔ امی نے لپک کر اسے اٹھایا، سر پر بوسہ دیا اور پھر پیشانی سہلاتے ہوئے گود میں بھر لیا۔

''امی! بارش ابھی رکی تو نہیں ہے۔'' اس نے سر اٹھا کر امی کو مخاطب کیا جو زینب کو گود میں لیے برآمدے کی طرف بڑھ رہی تھیں۔

''گڑیا کو چوٹ لگ گئی ہے نا امامہ! اب کھیل ختم کر دو۔''

انھوں نے رک کر اس کا گال تھپتھپایا۔ وہ منہ بسورتی ان کے ساتھ آ کر چارپائی پر بیٹھ گئی۔ دل تو چاہ رہا تھا کہ سارا دن بارش میں کھیلتی رہے مگر امی نے روتی دھوتی زینب کو تھپک تھپک کر زبردستی سلا دیا تھا۔

جب تک بارش ہوتی رہی، امامہ اس کے ننھے پیر پر چٹکیاں بھرتی رہی تاکہ تکلیف کے اثر سے وہ روتی ہوئی بیدار ہو جائے اور امی کام کی مصروفیت کی بنا پر کہیں:

''امامہ! کچھ دیر زینب کا خیال رکھو، اس کے ساتھ کھیل لو تاکہ میں یہ کام نمٹا سکوں۔''

مگر زینب تو ایسا سوئی کہ اٹھ کر ہی نہ دی۔ امی کو کافی دیر بعد کچھ غیر معمولی ہونے کا احساس ہوا۔ انھوں نے آ کر زینب کو چھوا تو دھک سے رہ گئیں۔ بخار کی حدت ناقابل برداشت حد تک زیادہ تھی۔

☆......☆

ڈاکٹروں اور اسپتالوں کے چکر میں امی ابو نڈھال ہو چکے تھے مگر زینب کے بے ہوشی کے دورے طویل سے طویل تر ہوتے چلے گئے۔ اس کی فکر میں امی کی صحت گرنے لگی تھی۔ ابو بھی کام سے آتے ہی زینب کی حالت دریافت کرتے۔ اس سب میں لاشعوری طور پر امامہ نظرانداز ہو کر رہ گئی تھی۔

پھر ایک دن امامہ کی آنکھ کسی کے رونے کی آواز سے کھلی۔ دیکھا تو امی ہچکیوں سے رو رہی تھیں اور ابو اور پھپھو امی کو تسلی دیتے ہوئے خود بھی روتے جاتے تھے۔

''کیا ہوا ابو؟'' امامہ فکرمندی سے ان کے نزدیک چلی آئی۔

پھپھو نے کھینچ کر اس کو گلے لگا لیا اور بے آواز آنسو بہانے لگیں۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا لیکن جلد ہی اسے علم ہو گیا کہ اس کی چھوٹی سی بہن اللہ میاں کے پاس جا چکی ہے۔

دن گزرنے لگے اور زخم بھرنے لگے۔ امامہ البتہ اکثر امی کا بازو تھام کر یا کرتے کا دامن کھینچ کر استفسار کرتی۔

''امی! زینب کہاں ہے؟''

''چندا بتایا تو تھا، وہ اللہ میاں کے پاس چلی گئی ہے!''

اس کے ذہن میں کئی سوال ابھرتے کہ:

زینب اللہ میاں کے پاس اکیلی کیوں چلی گئی؟ وہ واپس کیوں نہیں آئے گی؟ ہم کب اکٹھے کھیلیں گے؟ کیا میں اللہ میاں کے پاس جا سکتی ہوں؟

وہ ذہن میں سوالوں کا بوجھ اٹھائے اسکول جاتی اور گھر آ کر بولائی بولائی پھرتی۔ ابو اسے طرح طرح کے کھلونے لا کر دیتے مگر وہ اس کے دل کو ہی نہ بھاتے۔

اس دن موسم بہت سہانا تھا اور بارش کے امکان بھی تھے۔ وہ برآمدے کے ستون سے ٹیک لگا کر گھر کا کام لکھنے لگی، ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ زوردار بارش شروع ہوگئی۔

امی نے ہاتھ بارش کے نیچے کر کے تازگی محسوس کی تو فوراً اسے متوجہ کیا:

''امامہ!''

''جی امی؟'' اس نے پنسل روک کر سر اٹھایا۔

''بارش میں نہاؤ گی نہیں؟''

اس کا سر بے اختیار نفی میں ہل گیا۔ وہ خود بھی حیران تھی کہ اب اس کا بارش میں نہانے کو کیوں جی نہیں چاہتا؟ لیکن امی کے بار بار کہنے پر وہ صحن میں چلی آئی۔ بارش اس قدر تیز تھی کہ وہ چند لمحوں میں ہی مکمل بھیگ گئی، پھر اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ اب کیا کرے۔ تھوڑا سا گول گول گھوم کر اور دو چار چکر ادھر سے ادھر لگا کر وہ حد درجے بےزاری سے برآمدے میں آنے لگی تو امی نے حیرت سے پوچھا: ''کیا ہوا......؟''

''بس! میرا دل بھر گیا ہے، اب میں گھر کا کام لکھوں گی۔''

اس نے پانی سے تر جوتے وہیں اتارتے ہوئے جیسے اجازت چاہی۔ امی کھلکھلا اٹھیں، اور کپڑے تبدیل کرانے کی غرض سے اسے لے کر آگے بڑھتے ہوئے سوچ رہی تھیں۔

''بالکل مجھ پر پڑی ہے، لکھنے پڑھنے کی شوقین۔''

☆......☆

امامہ پندرہ برس کی ہو چکی تھی لیکن ابھی تک اسے معلوم نہیں ہوا تھا کہ بارش کے آنے پر اس کا دل دکھ سے کیوں بھر جاتا ہے۔ حقیقت تو یہ تھی کہ اسے ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ اس کی اس کیفیت کا نام 'اداسی' ہے۔ وہ بارش کے آنے پر اداس ہو کر اپنی بہن اپنی سہیلی ننھی زینب کو یاد کرتی ہے، جو اس کے ساتھ بارش میں کھیلا کرتی تھی۔

چھوٹی عمر میں اس احساس کو صحیح نام نہ دے سکی اور بڑی ہونے کے بعد سے وہ امی ابو کی نظر سے ہی خود کو دیکھتی رہی کہ:

لکھنے پڑھنے کی شوقین امامہ کو پڑھائی کے علاوہ کچھ اچھا نہیں لگتا حتیٰ کہ بارش اور سہانا موسم بھی!

☆☆☆

آپ کا دسترخوان

حورعین

گرمی کو ٹھنڈا کریں!

موسم دبے پیر گرمی کی طرف بڑھ رہا ہے، سو گرمی کے موسم کو ٹھنڈا کرنے کے لیے میں لائی ہوئی آسان اور مزیدار ملک شیک کی ترکیب۔

سیب کا ملک شیک:

اجزا: سیب (بڑا) ایک عدد، دودھ دو گلاس، چینی ڈھائی چمچ، ملک پاؤڈر ایک چمچ، کنڈیسنڈ ملک دو چمچ۔

ترکیب:
سیب کو چھیل کر کاٹ لیں۔ بلینڈر میں دو گلاس دودھ، چینی، ملک پاؤڈر، کنڈیسنڈ ملک ڈال کر بلینڈ کریں۔ پھر حسبِ ضرورت برف ڈال کر دو، تین منٹ تک بلینڈ کریں اور پیش کریں۔

کیلے اور کھجور کا ملک شیک:

اجزا: کھجور دس عدد، دودھ آدھا لیٹر، کیلے چھ عدد، چینی چار کھانے کے چمچ، وپنگ کریم (کیک پر لگانے والی) تین کھانے کے چمچ، اسٹرابیری سیرپ سجاوٹ کے لیے۔

ترکیب:
جوسر کے جگ میں کھجوریں، کیلے، چینی، دودھ ڈال کر اچھی طرح بلینڈ کرلیں۔ اب وپنگ کریم اور حسبِ ضرورت برف ڈال کر دو، تین منٹ تک بلینڈ کریں۔ شیشے کا گلاس میں ملک شیک ڈال کر اسٹرابیری سیرپ سے سجائیں اور پیش کریں۔

اسٹرابیری ملک شیک:

اجزا: اسٹرابیری آٹھ عدد، دودھ دو گلاس، وپنگ کریم دو کھانے کے چمچ، چینی تین کھانے کے چمچ، برف حسبِ ضرورت۔

ترکیب:
ایک جوسر کا جگ لے کر اس میں دودھ اور اسٹرابیری ڈال کر تھوڑی دیر چلائیں، پھر اس میں چینی، وپنگ کریم ڈال دیں اور پھر بلینڈ کریں اور آخر میں برف ڈال کر پھر ایک منٹ بلینڈ کرلیں۔

کولڈ کافی:

اجزا: کافی تین چمچ، چینی چھ چمچ، ملک پاؤڈر ایک چمچ، کوکو پاؤڈر (چاکلیٹ پاؤڈر) ½ چمچ۔

ترکیب:
ایک چھوٹے پیالے میں سارے اجزا ڈال دیں۔ پھر دو کھانے کے چمچ پانی ڈال کر ملا لیں۔ جوسر میں حسبِ ضرورت برف اور کافی کا مکسچر ڈال لیں۔ دو گلاس ٹھنڈا دودھ ملا کر بلینڈ کرلیں۔